شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانیؒ) کا اصلاح تصوف میں کردار

* ڈاکٹر امان اللہ بھٹی
** ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری

The historians of the Muslims' history in India has identified two major threats: one is the setting up of a false religion namely Deen-e-Akbari (دین اکبری) and second is emergence of non-islamic mystic ideas in mainstream Sufi culture. Sheikh Ahmad Sarhandi's whole life remained busy in eradicating these two menaces. He waged a war against Deen-e-Akbari and non-Islamic mysticism with the help of true religious teachings and lucid logical wisdom, which had crept in Muslim society during last six centuries. This article intends to mark the unprecedented efforts of Mujaddid Alf Saani (Sheikh Ahmad Sarhandi) in this regard.

برصغیر پاک و ہند کی فکری و دینی تاریخ میں دسویں صدی ہجری کا زمانہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ دین اسلام کی ابدی حقیقتوں سے بے خبر مسلمانوں کے لیے یہ دَور بہت مشکل اور پُرفتن تھا۔ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر اپنی بادشاہت کے استحکام کی خاطر اسلامی تعلیمات کو مٹانے میں کوشاں نظر آتا ہے۔ جس نے دین الٰہی کے نام سے اسلام کی جگہ اس جدید دین کی بنیاد رکھی جس میں درج ذیل قبیح مشرکانہ رسومات کو اپنی تمام رعایا میں زبردستی رائج کروایا۔ ان مشرکانہ رسومات میں سود، جوئے، شیر اور بھیڑیے کے گوشت کی حلت، داڑھی کی درگت، غسل جنابت کی منسوخی، نکاح کے قوانین میں مضحکہ خیز ترمیمیں، بے پردگی کا رواج، زنا کی ترغیب، میت کو دریا برد یا جلانے کا حکم، سؤروں اور کتوں کا تقدس، گائے اور بھینس کے گوشت کی حرمت، ہندی کتابوں سے شغف، عربی کی وقعت کم کرنے کی کوشش اور ملاقات کے وقت ''السلام علیکم'' کے بجائے اکبر نے اپنے نام کی نسبت سے ''اللہ اکبر'' کی رسم شامل تھیں۔ اکبر کا یہ عقیدہ بن گیا کہ خدا کی پرستش کے بہت سے طریقے ہیں اور تمام مذاہب حقیقت پر مبنی ہیں۔ جب تمام موجودات مظاہر الٰہی ہیں تو پھر بچھڑے اور ستارے کی صورت میں بھی دراصل خدا ہی کی پوجا ہوگی۔

ایک طرف حکومت وقت کے ہاتھوں دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا سامان مہیا کیا جا رہا تھا تو

* لیکچرر گورنمنٹ کالج شیخوپورہ
** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور

دوسری طرف مشائخ طریقت اور مدعیان معرفت ''وحدت الوجود'' اور ''ہمہ اوست'' کا فلسفہ پیش کر رہے تھے۔ افراط وتفریط کی اس فضا میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بدعات ومنکرات اور الحاد ولادینیت کی جڑ پر کاری ضرب لگائی۔ آپ نے شریعت میں سرشار ہو کر صاف لفظوں میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہ کی کہ ہمیں فتوحات مدنیہ نے ''فتوحات مکیہ'' (۱) سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ہمیں ''فصوص'' (۲) کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس ''نصوص قرآن'' موجود ہیں۔(۱)

مجدد الف ثانیؒ کی ان تھک کوششوں اور تجدیدی کارناموں سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ظہور ہوا۔ آپ نے نہ صرف اپنے متعلقین ومعتقدین کی اصلاح کی بلکہ عوام وخواص، علماء وصوفیاء تک کی اصلاح کا سبب بنے۔ شرک پسند طبقہ کے دلائل و مذعومات کو قرآن وسنت کی روشنی میں بے وقعت ثابت کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دین اکبری کا کوئی پیروکار روئے ارض پر موجود ہے اور نہ ہی تصوف کے نام پر مشرکانہ تعلیمات کا پرچار کرنے والے بانگ دہل اس کا نام لیتے ہیں۔

مجدد الف ثانیؒ کا تصورِ تصوف

مجدد الف ثانیؒ نے وحدت الوجود کے نظریے کی غلطی کو علمی سطح ہی پر نہیں بلکہ کشف کی بنیاد پر بھی واضح کیا اور اس کا ابطال کیا۔ آپ ایک عرصہ تک وحدت الوجود کے قائل رہے اور اسی کو عرفان ومشاہدہ کا سب سے بلند مرتبہ خیال کرتے رہے۔ لیکن کشف میں جب اصل حقیقت ان پر ظاہر ہوئی تو بول اٹھے! یہ فقیر بچپن سے توحید وجودی کے مشرب پر کاربند رہا۔ والد محترم کا بھی یہی مشرب رہا تھوڑی مدت کے بعد توحید وجودی کے جملہ حقائق ومعارف اس فقیر پر روشن ہو گئے اور اس مقام پر ابن عربی کو جو حقائق ودقائق حاصل ہوئے تھے وہ سب مجھے حاصل ہو گئے۔ یہ حال ایک مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک طول پکڑ گیا کہ ناگہاں رحمت الٰہی دریچہ غیب سے نمودار ہوئی اور بیچونی (یعنی اس جیسا کوئی نہیں) و بے چگونی (یعنی اس کا انداز بے مثال ہے) کے چہرہ کو ڈھانپنے والے پردہ کو اتار پھینکا۔ اور سابقہ علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ صانع عالم کو ان مذکورہ نسبتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسا کہ اہل حق کے ہاں ثابت ومسلم ہے۔ حق تعالی کسی شے سے متحد نہیں ہے۔ خدا خدا ہے اور عالم عالم۔ حق تعالیٰ بیچون و بے چگون ہے اور عالم سراسر چونی وچگونی کے داغ سے داغدار ہے۔ بیچون کو چون کا عین نہیں کہہ سکتے۔ واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔(۴)

حضرت مجددؒ نے وحدت الوجود کے نظریہ کی تردید اور اس کی اصلاح کے لیے ایک دوسرا نقطۂ نظر پیش کیا۔ آپ نے اس نظریے کو وحدت الشہود کے نام سے موسوم کیا۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے قائل صوفیا اس عالم کو حقیقتِ واقعہ نہیں گردانتے ہیں۔ جبکہ حضرت مجددؒ کے بقول وجودی صوفیا کا مشاہدہ وحدت الوجود دراصل ان کا غلبہ حال ہے جسے وہ ''سکر'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ توحید کی یہ قسم حال کے دائرے میں داخل ہے۔ درآں حالیکہ توحید کی یہ قسم مطابق شریعت اور مطابق نفس الامر کے نہیں ہے۔(۵)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس پیچیدہ مسئلے کو ایک آسان فہم مثال کے ذریعے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپؒ اس بات کو سورج کی روشنی میں ستاروں کی پوشیدگی کے ذریعے سمجھاتے ہیں کہ ایک شخص کو آفتاب کے وجود کا علم ہو گیا تو اس یقین کا غلبہ اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ستاروں کے وجود کا انکار کر دے۔ درآں حالیکہ جب آفتاب کو دیکھے گا تو آفتاب کی چکا چوند میں اُس وقت ستاروں کو نہ دیکھ پائے گا۔ اور آفتاب کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئے گا۔ اس وقت بھی جبکہ ستاروں کو نہیں دیکھتا وہ جانتا ہے کہ ستارے نیست و نابود نہیں ہے بلکہ جانتا ہے کہ ستارے موجود ہیں لیکن پوشیدہ ہیں اور سورج کی روشنی میں مغلوب ہیں۔ حضرت مجددؒ کے بقول ایسا شخص آفتاب کی روشنی کے وقت ستاروں کے وجود کی نفی کرتا ہے، انکار کے مقام میں ہے اور جانتا ہے کہ یہ معرفت صحیح نہیں ہے۔ پس توحیدِ وجودی محض ذاتِ حق کی نفی ہے اور عقل و شرع کے بالکل خلاف ہے۔ برخلاف توحید شہودی کے کہ ایک کے دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں۔ مثلاً طلوع آفتاب کے وقت ستاروں کی نفی کرنا اور ان کو معدوم سمجھنا خلاف واقع ہے۔ البتہ اس وقت ستاروں کو نہ دیکھنا کچھ مخالف (عقل) نہیں بلکہ یہ نہ دیکھنا بھی نور آفتاب کے غلبہ اور دیکھنے والے کے ضعف بصر کے باعث ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اس آفتاب کی روشنی سے منور ہو جائے اور قوی ہو جائے تو ستاروں کو آفتاب سے جدا دیکھے گا۔(۶)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسی نظریے کا نام وحدت الشہود رکھا ہے۔ یعنی سالک موجودات کی کثرت میں بھی وجود حقیقی کو دیکھے اور اس کو موجود جانے، اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ موجودات کے وجود کی نفی کرے جو ایک حقیقت واقعہ ہے۔(۷)

حضرت مجددؒ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ مشاہدہ حق میں سالک پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جب وہ وجود حقیقی کے سوا کائنات میں اور کسی وجود کو نہیں پاتا۔ مجدد اسے سالک کا کمال نہیں بلکہ اس کی کیفیت اور اس کے مشاہدے کا نقص تصور کرتے ہیں۔ حضرت مجددؒ عرصہ دراز تک اس درجہ پر قائم رہے بعد میں جان لیا

کہ یہ مشاہدہ حق کا بالکل ابتدائی درجہ ہے اس لیے آگے بڑھے اور مقام ظلیت تک پہنچے جہاں خالق اور مخلوق میں ظل یا سایہ کی نسبت محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد روحانی ترقی کے ایک اور درجہ ''عبدیت'' تک پہنچے جس میں سالک کو بالیقین محسوس ہوتا ہے کہ وہ خدا سے قطعی طور پر الگ ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں جب اس مقام پر پہنچا تو میں نے پہلے مقام سے توبہ کر لی۔(۸)

یہی وجہ ہے کہ مجدد الف ثانیؒ متصوفین کے تین گروہ شمار کرتے ہیں: ان میں سے ایک اس بات کا قائل ہے کہ عالم خدا کے موجود کرنے سے خارج میں موجود ہے۔ دوسرا، عالم کو خدا کا سایہ قرار دیتا ہے۔ تیسرا گروہ وحدت الوجود کا قائل ہے یعنی خارج میں ایک موجود ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔(۹)

اللہ کے ساتھ شرک کی سخت ممانعت

آپ اللہ کے اسماء وصفات میں شرکت کی نفی کرتے ہیں۔ مرزا بدیع الزمان نے اپنے ایک مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ''خدیونشأ تین'' سے مخاطب کیا جس کے معنی ''بادشاہ دو جہاں'' ہیں۔ مجدد نے اس کلمہ کو سخت ناپسند فرمایا اور اپنے مکتوب گرامی میں تنبیہ فرمائی کہ ایسی تعریف جو صرف واجب الوجود کے لیے مخصوص ہے بندہ مملوک کو جو کسی شے پر قادر نہیں کیا حق ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ شرکت کرے اور خداوندی کا راستہ اختیار کرے۔ آپ فرماتے ہیں

''ایں نعتیت کہ مخصوص، بحضرت واجب الوجود است جل سلطانہ عبد مملوک لا یقدر علی شیءٍ را چہ رسد کہ بوجہ از وجوہ بخواند خود جل سلطانہ مشارکت''۔(۱۰)

مخلوق کے لیے خالق کی صفات کو شرک گردانتے ہیں۔ اس لیے کہ ممکن کے لیے وجود ثابت کرنا اور تمام خیر و کمال کو اس کی طرف راجع کرنا درحقیقت اس کے ملک و ملک میں اس کو شریک بنانا ہے۔

''ممکن را وجود ثابت کردن و خیر و کمال راجع یا داشتن فی الحقیقت شریک کردن است در مِلک و مُلک حق جل سلطانہ''(۱۱)

عورتوں کو بیعت کے وقت شرک سے بچنے کی تلقین فرماتے اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت میں شرک اس سے بھی خفیہ طریق سے سرایت کر جائے گا جس طرح سیاہ رات میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے کا معلوم نہیں ہوتا ہے:

''شرک فی امتی اخفی من دبیب النمل التی تدب فی لیلۃ مظلمۃ علی صفرۃ سوداء''۔(۱۲)

اہل توحید کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ پسندیدہ امور کو چھوڑ کر اللہ کے غضب میں آئے ہوئے امور کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے ایمان کو چرب و شیریں لقموں کے بدلے فروخت نہیں کرتے، شرک کا غبار پسند نہیں کرتے، لوگوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگر خالص دین تمہیں میسر آ چکا ہے تو آپ کو مبارک و بشارت ہو اور اگر حاصل نہیں ہوا تو واقع کا علاج وقوع سے پہلے کرنا چاہیے۔

''اگر دین خالص میسر شدہ است بشری لکم''۔۱۳

مجددؒ اللہ کے علاوہ دوسروں کے ساتھ قلبی تعلق کو بیماری قرار دیتے ہیں اور جب تک اس سے رہائی ممکن نہ ہو ایمان کی سلامتی ممکن نہیں ہے۔

''راس امراض باطنیہ و رئیس العلل معنویہ گرفتاری قلب است بما دون حق سبحانہ وتعالیٰ، وتا ازیں گرفتاری، بتمام آزادی میسر نشود سلامتی محال است''۔۱۴

صوفیاء کے عقیدہ حلول واتحاد کی تردید

صوفیاء کے عقیدہ حلول واتحاد کی تردید کرتے ہیں اس لیے کہ وہ شکل ومثال سے مبرا اتحاد وحلول کی آمیزش اس کے حق میں قبیح ہے وہ زمانی نہیں ہے کیونکہ زمانہ اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ وہ مکانی نہیں کیونکہ مکان اس کا بنایا ہوا ہے۔ اس کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں اور اس کی بقا کی کوئی انتہا نہیں۔ پس وہی عبادت کا مستحق اور پرستش کے لائق ہے۔

''پس مستحق عبادت او تعالیٰ باشد و سزاوار پرستش او سبحانہ''۔

شخصیت پرستی کی آڑ میں مخلوق کو اللہ کے سوا رب بنانے کا عمل کثرت سے جاری تھا۔ مجدد الف ثانی نے اس کی بڑی سختی سے نفی کی۔ کیونکہ شخصیت پرستی سے خدا پرستی کے جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔۱۵

''نفی عبادت غیر حق سبحانہ، ومنع اشراک است و نا گرفتن بعضے مخلوق نیست مر بعض را، ارباب غیر از سبحانہ''۔۱۶

خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور مخلوقات میں سے کسی کو خدا کے سوا اپنا رب نہ بنانا۔

نصاریٰ کی مشرکانہ صوفیانا روش سے اجتناب کی تلقین

حضرت مسیح علیہ السلام کی انسانیت دوست اور متصوفانہ نظریات سے متاثر ہو کر نصاریٰ میں بھی مختلف

صوفیانہ نظریات وتصورات رائج ہو گئے ہیں۔ حضرت مجددؒ نے نصاریٰ کی روش کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے۔ آپؒ نصاریٰ کو اسی روش کو چھوڑنے کی تلقین فرماتے ہیں جس طرح انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا ہمسر بنا دیا تھا۔ اسی طرح آج صوفیاء کا یہ عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ امکان سے وجوب کے ساتھ مل گئے ہیں:

''آنحضرت با علوشان وبآں جاہ وجلال ہمیشہ ممکن است و ہرگز از مکان نخواہد برآمد......دع ماادعتہ النصاری فی نبیتھم''۔۱۷

آنحضرتؐ بھی باوجود اس قدر بلند شان اور جاہ وجلال کے ہمیشہ ممکن ہی ہیں اور ہرگز امکان سے نکل کر وجوب کے ساتھ نہ ملیں گے...... چھوڑ دعویٰ جو نصاریٰ نے کیا اپنے نبیؑ میں۔

طریقت کے مقابلے میں شریعت کی اہمیت

شریعت کی اہمیت کو کم کرنے کی کوششوں کو ناپسند فرمایا۔ لوگ جو شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز قرار دیتے ہیں۔

''شریعت را پوست مے کنند و حقیقت را مغز مے دانند''۱۸

اس لیے کہ کل روز قیامت اللہ تعالیٰ شریعت پر عمل سے متعلق سوال فرمائیں گے کیونکہ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے احکام کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ انبیاء جو افضل الخلائق ہیں انہوں نے بھی شریعت کی دعوت دی اور اسے ہی مدار جانا:

''انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند و مدار نجات برآں ماندہ و مقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است''۱۹

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں شرائع کی طرف دعوت دی اور اپنی تمام زندگی اسی پر رہے ہیں۔ ان کی بعثتوں کا مقصود لوگوں تک احکام شریعت کا پہنچانا ہے۔

اسی لیے فرماتے ہیں کہ شریعت دنیا وآخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی مطلب ایسا نہیں ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت پڑے۔۲۰

تاہم طریقت وحقیقت کو شریعت کے تیسرے جز یعنی اخلاص کی تکمیل کے لیے معاون خیال کرتے ہیں۔۲۱

مرزا شمس الدین کے خط کے جواب میں علماء، صوفیہ اور راسخین کا مقام اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ علماء ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع واحکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ کا

نصیب بمع اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں ۔ اور علمائے راسخین کا نصیب علماء و صوفیہ کے بمعہ، وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے۔۲۲

اکثر صوفیاء ولایت کو نبوت کا جز وخیال کرتے ہیں۔لہٰذا نبوت ہی افضل ہے، خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت۔۳۲

ذکر و فکر کو چونکہ خانقاہی نظام میں مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔اس لیے شریعت پر عمل کرنے کی کوئی اہمیت نہیں سمجھی جاتی ہے۔فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ پر عمل سب سے بہترین ذکر ہے اگرچہ وہ خرید و فروخت ہی کیوں نہ ہو''اگرچہ بیع وشراء بود'' ۔۴۲

فرض عبادات کی پابندی کی تلقین

عوام الناس نوافل کو فرائض پر اہمیت دینے لگے تھے۔آپؒ نوافل کی نسبت فرائض کی پابندی کو لازمی قرار دیتے ہیں کیونکہ نوافل کی فرائض کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔۵۲

آپ نفل کو فرض کے مقابلے میں کسی گنتی میں شمار نہیں فرماتے، کاش ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی، اکثر لوگ چونکہ اس معنی سے بے نصیب ہیں فرض کو خراب کر کے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔صوفیائے خام ذکر وفکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلے اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعات کو ترک کر دیتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا، ان کے ہزار ہا چلوں سے بہتر ہے۔''یک فرض بجماعت از ہزاراں اربعین ایشاں بہتر است'' ۔۶۲

خلافِ شریعت ریاضتوں اور مجاہدات کی ممانعت

صوفیاء ان ریاضات شاقہ کو ہوائے نفسانی سے بچنے کا سبب قرار دیتے ہیں۔اس لیے چلّے اور دیگر غیر شرعی ریاضتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔مجدد الف ثانی ایسی ریاضتوں و مجاہدات کو جو شریعت سے ہٹ کر اختیار کی جائیں، ہوائے نفسانی کے لیے ممد و معاون قرار دیتے ہیں کیونکہ شریعتوں کا نزول خواہشات نفسانی کو روکنے کے لیے ہوا ہے۔جس قدر شریعت کے مقتضاء کے مطابق عمل کیا جائے گا اسی قدر نفسانی خواہشات روبہ زوال ہوں گی لہذا احکام شرعی میں سے ایک احکام کا بجالانا نفسانی خواہشوں کو دور کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنے پاس سے کیے جائیں کئی درجہ بہتر ہے بلکہ ایسی ریاضتیں اور مجاہدے

جو شریعت غرا کے موافق نہ کیے جائیں، نفسانی خواہشوں کو مدد اور قوت دینے والے ہیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی لیکن ان میں کوئی چیز فائدہ مند نہیں ہوئی۔

''برہمناں و جوگیاں در ریاضات و مجاہدات تقصیر نہ کردہ اند'' ۔۲ے

نیز فرماتے ہیں کہ

''طریق نجات و راہ رستگاری ہمیں متابعت شریعت است علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام در اعتقاد و عمل'' ۸۲ے

یعنی نجات کا طریق اور فلاح کا راستہ اعتقادی اور عملی طور پر صاحب شریعت کی متابعت ہے۔

مجدد نے پیر ناقص سے بچنے کی تلقین فرمائی وہ اس لیے کہ پیر ناقص اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچانے والے راستوں اور نہ پہنچانے والے راستوں میں تمیز نہیں کرسکتا کیونکہ وہ خود اب تک غیر واصل ہے نیز وہ طالبوں کی استعدادوں میں بھی امتیاز نہیں کرسکتا۔ لہٰذا شیخ کامل کی صحبت کبریت احمر (سرخ گندھک) ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کی باتیں شفا ہیں اور اس کے بغیر تو خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔۹۲ے

برصغیر کے نام نہاد مسلمانوں کا صوفیاء کے کشف والہام پر بڑا پختہ یقین تھا۔ وہ ان مکشوفات والہامات کو وحی کے متبادل تصور کرنے لگے تھے۔ آپ نے انہیں کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھنے کی تلقین فرمائی:

''کشوف والہام را تا بر محک کتاب وسنت تر نند بہ نیم جیتل نم پسندند'' ۳۰ے

کشف والہام کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں، نیم جیتل کے برابر پسند نہیں فرماتے۔

''مجدد، سماع و نغمہ، وجد و تواجد اور رقص و پاکوبی کو خلاف شریعت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی حرام چیز میں شفاء نہیں رکھی اگر ان کو نماز کی کچھ بھی حقیقت منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے ''ہرگز دم از سماع و نغمہ تو ندے و یاد وجد و تواجد نہ کردندے ۔۱۳ے

یہی نہیں بلکہ رقص و سماع کی تعظیم کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔۲۳ے

زیارتِ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مبالغہ سے اجتناب

ارباب تصوف کے ہاں آنحضور کو دیکھنے سے متعلق جس مبالغہ کا رواج تھا اور آج بھی ہے۔ اس سے

متعلق ایک سوال کے جواب میں کہ ''ہم نے نعتیہ قصیدہ پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا''۔
فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ قصیدہ پڑھنے والوں کے ذہن میں متمکن ہو چکا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے راضی ہیں اور ان کی قوت متخیلہ میں یہ حقیقت منتقش ہوگئی ہو اور انہوں نے اپنی متخیلہ صورت کو دیکھا ہو یا تمثیلی شیطان ہو۔ اس لیے کہ جب آنحضرت کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ اکرام کی مجلس میں شیطان لعین نے اپنے کلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ملا دیا اور کسی نے تمیز نہ کی تو آنحضرت کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں، جو حواس کو معطل و بے کار ہونے کا محل وشک وشبہ کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ واقعہ شیطان کے تصرف اور مکروفریب سے محفوظ و مامون ہے۔ ۳۳

آپ مزید فرماتے ہیں کہ کوئی شخص القائے شیطانی سے محفوظ نہیں تاہم انبیاء کو اس القائے شیطانی پر آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ جو باطل کو حق سے جدا دکھاتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ آیات قرآن اس پر دلالت کرتی ہیں:

"فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته" (۳۴)

اس کے بعد کسی شخص کو اس تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور دوسرے کشف کا غلط ہونا محض القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں، جس میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اسی قسم سے ہے کہ بعض لوگ خوابوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں اور بعض ایسے احکام اخذ کرتے ہیں کہ وہ حقیقت میں شریعت کے خلاف ہوتے ہیں، ایسی صورت میں قوت متخیلہ کو تصرف ہے کہ جس نے ایک غیر واقع امر کو، واقع کر دکھایا ہے۔ (۳۵)

اسی سے متعلقہ ایک اور اشکال کی بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خواب میں حضور کو دیکھنا اور یہ یقین کر لینا کہ یہ آپ ہی ہیں درست نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورت خاصہ کے ساتھ جو کہ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں متمثل نہیں ہوسکتا، اس خاص صورت کے سوا اور جس صورت میں کہ حضور کو دیکھیں، متمثل ہوسکتا اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت خاص کی تشخیص خصوصاً خواب میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ بعد کے لوگوں نے آپ کو دیکھا نہیں، پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہے۔ (۳۶)

مجدد بدعات کی دو اقسام کی تردید کرتے ہیں۔ ''حسن ایک نیک عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد ہوا.......... یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور

نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا اگر چہ لوگ آج بدعت کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت، تازگی میں دیکھیں لیکن کل جب بصارت تیز ہوگی تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا انجام سوائے خسارہ اور ندامت کے کچھ نہ تھا''۔(۳۷)

بدعت اور عرف و عادت کے فرق کو احسن انداز میں واضح فرماتے ہیں۔سوال کیا گیا کہ آپ ''ذکر جہر'' سے منع فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حالانکہ اس سے ذوق وشوق بڑھتا ہے جبکہ اور چیزیں جو آنحضرت کے عہد میں نہ تھیں مثلاً لباس فرجی (کھلی قبا) شال اور شلوار سے آپ نہیں روکتے حالانکہ ان چیزوں کا استعمال بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔تو جواب میں فرماتے ہیں، میرے مخدوم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو طرح پر ہے، ایک عبادت کے طریق پر اور دوسرا عرف و عادت کے طریق پر۔وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں۔ دوسرا وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔اس کا ہونا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین پر۔(۳۸)

مختصراً یہ کہ مجدد الف ثانیؒ کا تصوف قرآن وسنت کی تعلیمات کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے وحدت الوجود کی بجائے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا۔نیز اکبر کے دین الٰہی کی حقیقت کو عوام الناس و علماء و مشائخ پر آشکار کیا۔بلاشبہ ان کی انتھک محنتوں، کوششوں اور تجدیدی کارناموں سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔

❀❀❀❀❀

حوالہ جات

(۱)۔ فتوحاتِ مکیہ: یہ کتاب تیرہویں صدی عیسوی کے ایک عظیم صوفی عالم شیخ محی الدین ابن عربی کی معروف ترین تصنیف ہے۔ اپنی علمی وقعت کے باعث اہل تصوف میں شیخ اکبر کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔آپ اسپین کے شہر مورسیا میں پیدا ہوئے۔آپ حاتم طائی کی نسل سے تھے اور مشہور مسلم فلسفی ابن رشد کے ہم عصر تھے۔ فتوحات مکیہ آپ کی سب سے مشہور اور مقبول کتاب ہے۔ کتاب کا مکمل نام الفُتُوحات المَکیّہ فی اَسرار المالکیہ و المُلکیہ ہے۔سینتیس جلدوں پر مشتمل یہ فقید المثال تصنیف قریباً تیس سالوں (۱۲۰۱ء تا ۱۲۳۱) میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔اس کتا کی چھ فصول اور ۵۶۰/ابواب ہیں۔ اس کتاب میں ابن عربی نے اپنے صوفیانہ نظریات اور عقائد کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(Encyclopedia of Islam, s.v."IBN al-'ARABI", by Ahmad Ates (EJ Brill, Leiden, 1992), 3:740-1.

(۲)۔ فصوص: یہ کتاب بھی شیخ اکبر ابن عربی کی دوسری معروف ترین تصنیف ہے۔ اس کتاب کا مکمل نام فُصوصُ الحِکم و خُصوص الکِلَم ہے۔ابن عربی کے بقول اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲۸ انبیا کرام کی تعلیمات کا خلاصہ درج کیا گیا ہے، جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود مصنف کے خواب میں آکر بیان کیا۔

(Encyclopedia of Islam, s.v."IBN al-'ARABI", by Ahmad Ates (EJ Brill, Leiden, 1992), 3:741.

(۳) مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی۔مکتوبات، دفتر اول (مکتوب نمبر ۱۰۰) نور کمپنی لاہور، س ن، ص ۳۰۰

(۴) مکتوبات۔دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۳، ص ۲۰۱

(۵) ایضاً

(۶) مکتوبات۔دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۴، ص ۱۴۱۸

(۷) مکتوبات۔دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۷۲، ص ۲۵۶

(۸) مکتوبات۔دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۳، ص ۲۰۱

(۹) مکتوبات۔دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۶۰، ص ۵۳۳

(۱۰) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۷، ص ۹۶
(۱۱) مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۱، ص ۳۵۸
(۱۲) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۴، ص ۳۹
(۱۳) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۷۴، ص ۳۶۳
(۱۴) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۹۰، ص ۶۲۷
(۱۵) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۶۷، ص ۱۵۳
(۱۶) مکتوبات۔ دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۴۷
(۱۷) مکتوبات۔ دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۲۲، ص ۱۳۳
(۱۸) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۰، ص ۱۲۰
(۱۹) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۸، ص ۱۶۴
(۲۰) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۳، ص ۱۱۵
(۲۱) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۰، ص ۹۹
(۲۲) مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۳۱، ص ۳۴
(۲۳) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۵۹، ص ۹۶۲
(۲۴) مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۳۴، ص ۶۱۹
(۲۵) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۸، ص ۹۱۱
(۲۶) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر مکتوب نمبر ۲۶۰، ص ۲۶۵
(۲۷) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۵، ص ۹۶۱
(۲۸) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۴، ص ۹۹
(۲۹) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۳۲، ص ۲۹۔۳۹
(۳۰) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۷، ص ۵۳۴
(۳۱) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۶۲، ص ۳۷۵
(۳۲) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲۶۲، ص ۶۲۶
(۳۳) مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲۷۳، ص ۴۶۶
(۳۴) الحج ۲۲:۳۵
(۳۵) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۰۷، ص ۲۶۲

(۳۶) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۷۳، ص ۵۶۶

(۳۷) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۸۱، ص ۶۷۳

(۳۸) مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۳۲، ص ۱۸۴